ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 04 No. 01. July-September 2025.Page#.1084-1095
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
https://doi.org/10.55966/assaj.2025.4.1.068
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Impact of Change in Custom (*'Urf*) on the Interpretation of Shariah's Rulings: Analytical Study

عرف کی تبدیلی سے احکام شریعہ میں تبدیلی کی حقیقت، شرائط اور حدود :ایک تجزیاتی مطالعہ

Dr. Naveed Altaf Khan
Lecturer Shariah, Faculty of Sharia and Law, International Islamic University Islamabad
naveedaltaf@iiu.edu.pk
Dr. Wajahat Khan
Lecturer Islamic Studies, University of Kotli, AJ&K
Wajahat_iiui@yahoo.com

ABSTRACT

Urf (custom/prevailing practice) is considered one of the sources of Islamic Sharia. Its reality lies in the fact that when considering rulings for those obligated by Shariah, taking into account the region, circumstances, time, and the mukallaf themselves holds key importance in Shariah. Therefore, observing 'urf in all rulings is a necessary matter. Despite this, such changes are generally observed in subsidiary rulings, and the underlying general principles of Shariah and their observance are considered behind this change. In this regard, the principles related to 'azimah (strict adherence) and rukhsah (concession) (foundational legal principles) are generally taken into account on one hand, while on the other hand, the principles based on maslahah (welfare) and the objectives of Shariah falling under it, are also considered. If observed, Shariah has adopted a three-pronged approach regarding the change in rulings. Islam maintained some customs of Arab society as they were, such as diyah (blood money) and some rulings of 'iddah (waiting period); it implemented some changes in others, for example, limiting the unlimited number of divorces to three; it discouraged some, such as the custom of keeping male and female slaves; and it abolished some customs, such as the rulings related to the prohibition of riba (usury) in business. The wisdom behind this seems to be that the customs that were in accordance with the general principles of Shariah and which do not harm the society, were maintained, and those in which agreement was possible after a fundamental or minor change were changed accordingly, while those that did not align with the universal and accepted principles and objectives of Shariah were changed completely or gradually.

Keywords: *Urf, Islamic Shariah, Custom in Islam, Legal Maxims, Azimah, Rukhsah, Maslahah, Maqasid Al-Shariah, Change in Rulings, Social Customs, Legal Reform, Divorce in Islam*

تعارف:

شریعت اسلامیہ کے مصادر میں سے ایک عرف بھی شمار کیا جاتا ہے۔اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب مکلف کے لیے احکام پر توجہ دی جاتی ہے تو اس میں کسی علاقہ، حالات، وقت اور خود مکلف کا لحاظ رکھنا شریعت میں کلیدی اہمیت رکھتا ہے۔اس لیے تمام احکام میں عرف کی رعایت ایک ضروری امر ہے۔

اس کے باجود عام طور پر اس قسم کی تبدیلی ذیلی احکام میں دیکھنے میں آتی ہے اور اس تبدیلی کے پیچھے شریعت کے کارفرما عمومی اصول اور ان کی رعایت ملحوظ خاطر ہوتی ہے۔

اس ضمن میں عام طور پر ایک طرف عزیمت و رخصت سے متعلقہ اصولوں (قواعد اصولیہ) کو ملحوظِ خاطر رکھا جاتا ہے تو دوسری طرف مصلحہ اور اس کے تحت آنے والے مقاصد شریعت پر مبنی اصولوں (قواعد مقاصدیہ) کو بھی سامنے رکھا جاتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو شریعت نے احکام کی تبدیلی کے حوالہ سے تین جہتی رویہ اختیار کیا ہے۔ عرب معاشرہ کے بعض اعراف کو اسلام نے اسی طرح بر قرار رکھا جیسے دیت، عدیت کے بعض احکام؛ بعض میں کچھ تبدیلیاں عمل میں لائیں مثلا طلاق کی غیر محدود تعداد کو تین تک محدود کر دیا، بعض کی حوصلہ شکنی کی جیسے غلام لونڈی رکھنے کا عرف اور بعض اعراف کو ختم کر دیا جیسے کاروبار میں ربا کی ممانعت سے متعلقہ احکامات۔ اس ضمن میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے جو اعراف شریعت کے عمومی اصولوں سے موافقت رکھتے تھے انہیں بر قرار رکھا گیا اور جن میں جوہری یا معمولی تبدیلی کے بعد موافقت ممکن تھی ان میں اسی قدر تبدیلی کی گئی اور جو شریعت کے آفاقی اور مسلمہ اصولوں اور مقاصد سے میل نہیں کھاتے تھے انہیں یکسر یا تدریجا ختم کر دیا گیا۔

تحقیق کے بنیادی سوالات:

مقالہ ھذا میں عرف کو بطور شرعی ماخذ اس طور پر دیکھا جائے گا کہ عرف کی تبدیلی سے شریعت کے احکام میں تبدیلی کی حقیقت کیا ہے؟ احکام کی تبدیلی کی عمومی اور خصوصی اور اضطراری حالات میں کیا شرائط اور حدود ہیں؟ کیا عرف کی تبدیلی کی وجہ سے بنیادی اور عمومی شرعی اصولوں میں بھی تبدیلی واقع ہوتی ہے یا اس کا دائرہ کار صرف احکام کی تبدیلی تک محدود رہتا ہے؟

تحقیق کا مقصد اور طریق کار

تحقیق کا بنیادی مقصد:

اس تحقیق کا بنیادی مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ جب کسی معاشرے کے رسم و رواج (عرف) میں تبدیلی آتی ہے تو اس تبدیلی کا شریعت کے احکامات پر کیا اثر پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں، تحقیق درج ذیل امور کا تعین کرنے کی کوشش کرے گی:

- عرف کی تبدیلی کے نتیجے میں احکامات میں تبدیلی کی اصل نوعیت اور حقیقت کو واضح کرنا۔
- اس تبدیلی کی مختلف جہات اور پہلو کو سامنے لانا۔
- موجودہ دور میں اس اصول کی اہمیت اور افادیت کو واضح کرنا ہے

اس اہمیت کی وجہ یہ ہے کہ مشاہدے میں آیا ہے کہ بہت سے ایسے شرعی احکامات ہیں جن کا براہ راست تعلق اس وقت کے رائج عرف و عادت سے تھا۔ تاہم، جب ان احکامات کے بارے میں شرعی حکم معلوم کیا جاتا ہے، تو اکثر پرانے عرف کو ہی بنیاد بنایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے لوگوں کو مشکلات اور حرج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ تحقیق اس مسئلے کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتی ہے۔

تحقیق کا طریق کار:

اس تحقیق میں تجزیاتی طریقہ کار اختیار کیا جائے گا۔ اس طریقہ کار کے تحت درج ذیل مراحل پر کام کیا جائے گا:

1. عرف بطور شرعی ماخذ :سب سے پہلے، عرف کو شریعت کے ایک ثانوی ماخذ کے طور پر تسلیم کرتے ہوئے، فقہائے کرام نے اس کے ساتھ کس طرح تعامل کیا ہے، اس کا جائزہ لیا جائے گا۔ یعنی، فقہاء نے کن مواقع پر عرف کو احکام کی بنیاد بنایا اور کس طرح اس سے استدلال کیا۔

2. عرف کی مختلف جہات کا تعین :اس تناظر میں فقہاء کی جانب سے دی گئی مثالوں کا مطالعہ کیا جائے گا اور ان کی روشنی میں عرف کی مختلف قسموں، اس کی شرائط اور اس کے اثرات کی نوعیت کو واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

3. عصر حاضر میں احکام میں ممکنہ تبدیلی :عرف کی تبدیلی کے پیش نظر، موجودہ دور میں کن احکامات میں تبدیلی ممکن ہے اور اس تبدیلی کی کیا وجوہات ہیں، اس پر روشنی ڈالی جائے گی۔

4. حدود و شرائط کا بیان :آخر میں، عرف کی تبدیلی کی وجہ سے احکام میں تبدیلی کے اصول کی حدود اور شرائط کو مختصر طور پر بیان کیا جائے گا تاکہ اس کے اطلاق میں احتیاط اور شرعی اصولوں کی پاسداری کو یقینی بنایا جا سکے۔

عرف بطور مصدر شرعی:

شریعت کے مصادر سے مراد وہ اماکن اور قانونی اصول و ضوابط ہیں جہاں سے یا جن کی رہنمائی میں کسی بھی مکلف (شریعت کا پابند فرد) کے لیے شرعی حکم اخذ کیا جاتا ہے۔ جس طرح ہر قانونی نظام کے کچھ بنیادی ماخذ اور مراجع ہوتے ہیں جن کی طرف قانون سازی کرتے وقت یا بعض اوقات قانون کی عمومی تشریح کرتے ہوئے رجوع کیا جاتا ہے، اسی طرح شریعت اسلامیہ کے مصادر کو عام طور پر دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے: بنیادی مصادر اور ثانوی مصادر۔

بنیادی مصادر میں **الکتاب** یعنی قرآن کریم (خصوصاً وہ مبارک آیات جن کا تعلق براہ راست مکلف کے افعال و اعمال سے ہے اور جنہیں اصطلاحاً "آیات الاحکام" کہا جاتا ہے، اس میں شامل ہیں)، **السنۃ** یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال، اقوال اور تقاریر کا وہ مستند حصہ جس کا تعلق مکلف کے اعمال سے ہے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ، آپ کی احادیث مبارکہ اور وہ امور جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی اور وہ امت میں رائج ہو گئے)، اور **اجماع** (امت کے مجتہدین کا کسی شرعی مسئلے پر متفق ہونا) شامل ہیں۔

جبکہ ثانوی مصادر میں **قیاس** (کسی معلوم شرعی حکم کی علت کی بنیاد پر کسی نئے مسئلے کا حکم اخذ کرنا)، **استحسان** (کسی خاص دلیل کی بنا پر کسی قیاسِ جلی کو چھوڑ کر قیاسِ خفی کو اختیار کرنا یا کسی مصلحت کی بنا پر کسی حکم سے عدول کرنا)، اور **عرف و عادت** کو شمار کیا جاتا ہے۔[1]

عرف سے مراد وہ افعال، اقوال یا معاملات ہیں جو کسی خاص معاشرے میں عام طور پر رائج ہوں اور لوگوں کے روزمرہ کے افعال سے متعلق ہوں۔ جب کسی ایسے معاملے میں شرعی حکم لاگو کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے جس میں کوئی واضح نص (قرآن یا سنت) موجود نہ ہو، تو عرف کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔

تاہم، اس حوالے سے شریعت میں کچھ خاص اور واضح شرائط مقرر کی گئی ہیں جن کی پاسداری کے ساتھ ہی کسی عرف کو شرعی اعتبار سے درست اور قابلِ عمل مانا جاتا ہے۔ ان شرائط میں یہ بات شامل ہے کہ عرف شریعت کے کسی بنیادی اصول یا نص سے متصادم نہ ہو، عام اور متواتر ہو، اور اس میں کوئی ایسی چیز شامل نہ ہو جو صریحاً حرام ہو۔

اسی طرح، شریعت کے عمومی اصولوں میں سے ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ اس کی بنیاد **آسانی اور سہولت** پر رکھی گئی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" :

(يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ)[2]

(اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور وہ تمہارے لیے دشواری نہیں چاہتا۔)

یہی اہم وجہ ہے کہ مکلف کے حالات اور وقت و زمانے کے اختلاف کے تناظر میں احکام شرعیہ میں بھی تبدیلی ممکن ہو سکتی ہے۔ اس اصول کو فقہ اسلامی کے مشہور و معروف قواعد میں سے ایک قاعدہ بیان کرتا ہے :

لَا يُنْكَرُ تَغَيُّرُ الْأَحْكَامِ بِتَغَيُّرِ الْأَزْمَانِ۔[3]

(زمانے کی تبدیلی کے ساتھ شریعت کے احکامات میں تبدیلی کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔)

اس فقہی قاعدے کا مطلب یہ ہے کہ وہ احکامات جو کسی خاص زمانے کے عرف، مصلحت یا ضرورت پر مبنی ہوں، حالات بدلنے کے ساتھ ان میں تبدیلی کی جا سکتی ہے۔

اسی مفہوم سے قریب قریب خطیب شربینی کی عبارت یہ ہے:

العادة تختلفُ باختلافِ الأشخاصِ، والأحوالِ، والأماكنِ، والأزمانِ۔[4]

(عادت لوگ، ان کے احوال، علاقوں اور زمانے کے اعتبار سے تبدیل ہو جاتی ہے۔)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی مسئلے میں مختلف حالات، زمانوں اور علاقوں کے لوگوں کے لیے مختلف فتاویٰ دیے جا سکتے ہیں۔

عرف کی تبدیلی سے احکام شریعہ میں تبدیلی کا مسئلہ فقہی اعتبار سے انتہائی اہم مسائل میں سے ایک ہے جس پر علماء نے گہرائی سے بحث و تمحیص کی ہے۔ اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ کوئی بھی شرعی حکم اپنی اصل میں ثابت اور مستحکم ہوتا ہے، اور اس میں تبدیلی صرف اسی صورت میں آتی ہے جب اس حکم کی مناط (بنیاد و علت) تبدیل ہو جائے۔ اور یہ تبدیلی عرف، عادت، زمانے اور مکان جیسے حقیقی اور مؤثر عوامل کی تبدیلی سے منسلک ہے۔

لہٰذا، بظاہر یہ عموم نصّی احکام اور دیگر تمام احکام کو شامل ہو سکتا ہے۔ لیکن فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ احکام جو زمانے اور لوگوں کے اخلاق بدلنے سے بدلتے ہیں، وہ دراصل اجتہادی احکام ہیں جن کی بنیاد مصلحت، قیاس، عرف یا عادت پر رکھی گئی تھی۔ اس بنا پر، وہ احکام جو براہ راست نصوص (قرآن و سنت) سے ثابت ہیں، اپنی اصل میں ثابت رہتے ہیں اور ان میں ایسی کوئی بنیادی تبدیلی واقع نہیں ہوتی جو نص کے صریح خلاف ہو۔[5]

مثال کے طور پر، قتل عمد (جان بوجھ کر قتل) پر قصاص کے حوالے سے احکام کسی خاص عرف و عادت پر مبنی نہیں ہیں، بلکہ یہ براہ راست نصوص سے ثابت ہیں۔ اس لیے یہ احکام عرف و عادت کے بدلنے سے نہیں بدلیں گے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جو احکام براہ راست نص سے ثابت ہوتے ہیں، ان میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی کیونکہ نص عرف سے زیادہ قوی اور حتمی دلیل ہے۔ مزید یہ کہ بعض اعراف غلط یا غیر شرعی بھی ہو سکتے ہیں، جیسے سودی معاملات۔ تو ایسے باطل اعراف کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔[6]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ زمانے کے بدلنے سے بعض احکام بھی بدل جاتے ہیں، اور یہ بات فقہی حلقوں میں معروف و مشہور ہے۔ اس تبدیلی کی وجوہات میں عرف کا بدل جانا، لوگوں کے مفادات میں تبدیلی آنا، ضرورت کا لحاظ رکھنا، اخلاق کا بگاڑ پیدا ہونا، دینی جذبے کا کمزور پڑ جانا، یا زمانے اور اس کے نئے نظاموں کا ارتقاء شامل ہو سکتا ہے۔ پس، شریعت کا تقاضا ہے کہ مصلحت کے حصول، برائی کو دور کرنے، اور حق و خیر کو قائم کرنے کے لیے شرعی حکم کو بدلا جائے، اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ عمومی مصلحت (مصلحہ عامہ) کو پیش نظر رکھا جائے تاکہ دین زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لیے آسانی کا باعث بنے اور ان سے مشکلات کو کم کیا جا سکے۔

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بہت سے احکام زمانے کے بدلنے سے بدل جاتے ہیں، اہل زمانہ کے عرف کے بدلنے کی وجہ سے، یا کسی نئی ضرورت کے پیش آنے کی وجہ سے، یا اہل زمانہ کے فساد کی وجہ سے؛ اس طور پر کہ اگر حکم اپنی پہلی حالت پر باقی رہتا، تو لوگوں کے لیے مشقت اور نقصان لازم آتا، اور یہ شریعت کے ان بنیادی قواعد کے خلاف ہوتا جو تخفیف (آسانی)، یسر (سہولت)، اور ضرر و فساد کو دور کرنے پر مبنی ہیں۔ اسی وجہ سے ہم مذہب (حنفی) کے مشائخ کو بہت سے مقامات پر مجتہد کی نص کے خلاف فتویٰ دیتے ہوئے دیکھتے ہیں، جس کی بنیاد مجتہد نے اپنے زمانے کے حالات پر رکھی تھی، اس علم کے ساتھ کہ اگر وہ ان کے زمانے میں ہوتے تو یقیناً اپنے مذہب کے قواعد سے اخذ کرتے ہوئے وہی بات کہتے جو ان مشائخ نے کہی ہے۔[7]

اس تفصیلی بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلامی فقہ کوئی جامد نظام نہیں ہے، بلکہ یہ بدلتے ہوئے حالات اور معاشرے کی ضروریات کے ساتھ موافقت اختیار کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ بہت سے ایسے شرعی احکام ہیں جن کی بنیاد اس وقت کے رواج، ضرورت یا لوگوں کے عمومی رویے پر تھی۔ جب یہ چیزیں بدل جاتی ہیں، تو ان احکام میں بھی تبدیلی کی ضرورت پیش آ سکتی ہے تاکہ لوگوں کو غیر ضروری مشقت اور تکلیف سے بچایا جا سکے اور شریعت کے ان بنیادی اصولوں پر عمل کیا جا سکے جو آسانی، تخفیف اور نقصان کو دور کرنے پر زور دیتے ہیں۔

آیئے اس کی کچھ واضح مثالیں دیکھتے ہیں:

- **پرانی مثال :** پرانے زمانے میں سامان کی خرید و فروخت کے لیے پیمانے اور وزن کے مخصوص اور روایتی طریقے رائج تھے۔ فقہاء نے ان رائج طریقوں کو تسلیم کرتے ہوئے ان کے مطابق تجارتی معاملات کے احکام جاری کیے تھے۔
- **بدلتا ہوا عرف :** آج کل تجارت کے جدید اور متنوع طریقے رائج ہو گئے ہیں، جیسے کہ آن لائن خرید و فروخت، مختلف قسم کے پیچیدہ تجارتی معاہدے، اور ڈیجیٹل اثاثوں کی خرید و فروخت۔ اگر فقہاء پرانے عرف پر ہی اصرار کرتے تو آج کے وسیع تجارتی لین دین میں بہت زیادہ دشواری اور رکاوٹ پیش آتی۔ اسی لیے علمائے کرام نے جدید تجارتی طریقوں اور عرف کے مطابق نئے احکام وضع کیے ہیں، جو شریعت کے وسیع تر اصولوں (جیسے عدل و انصاف اور باہمی رضامندی) سے متصادم نہیں ہیں۔
- **پرانی مثال :** ماضی میں سفر کے ذرائع انتہائی محدود اور دشوار گزار تھے اور طویل سفر میں جسمانی و ذہنی مشقت ہوتی تھی۔ اس لیے شریعت نے مسافر کے لیے نماز قصر کرنے (چار رکعت والی نماز کو دو رکعت پڑھنے) اور روزے چھوڑنے کی رخصت (اجازت) دی تھی۔
- **بدلتی ہوئی ضرورت :** آج کل سفر بہت آسان اور تیز رفتار ہو گیا ہے، ہوائی جہاز اور تیز رفتار گاڑیاں موجود ہیں۔ لیکن سفر کی مشقت اب بھی مختلف صورتوں میں موجود ہو سکتی ہے، جیسے طویل فضائی سفر جس میں وقت کا فرق اور جسمانی تھکن ہوتی ہے یا مختلف ٹائم زونز میں تبدیلی سے صحت پر اثر پڑتا ہے۔ اس لیے فقہاء نے اس بدلتی ہوئی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے جدید سفری حالات کے مطابق بھی رخصت کے احکام کو برقرار رکھا ہے، البتہ اس کی تطبیق میں حالات کے لحاظ سے فرق کیا جا سکتا ہے۔
- **پرانی مثال :** اگر کسی زمانے میں لوگوں میں جھوٹی گواہی دینے کا رواج عام ہو جائے، تو قاضی (جج) کو چاہیے کہ وہ گواہوں کی جانچ پڑتال میں مزید احتیاط برتے اور صرف ان کی ظاہری گواہی پر فوری اعتماد نہ کرے۔ اسے گواہوں کے حالات اور ان کی ساکھ کی گہری تحقیق کرنی چاہیے۔
- **بدلتا ہوا فساد :** آج کل مالیاتی فراڈ، سائبر کرائم اور دھوکہ دہی کے جدید اور پیچیدہ طریقے سامنے آ رہے ہیں۔ اگر فقہاء پرانے دور کے سادہ معاملات کے مطابق ہی احکام جاری کرتے رہیں، تو ان جدید جرائم کو روکنا اور مجرموں کو سزا دینا مشکل ہو جائے گا۔ اس لیے فقہ کا تقاضا ہے کہ ان نئے فسادات کو سمجھتے ہوئے ایسے احکام وضع کیے جائیں جو ایک طرف شریعت کے مالیاتی اور معاشی مقاصد کے موافق ہوں اور دوسری طرف ان جدید جرائم کا راستہ روکنے میں مؤثر ثابت ہوں۔

- **صنعت میں اجرت کا تعین :** اگر کسی صنعت میں کام کرنے والے شاگرد اور استاد کے درمیان اس بات پر اختلاف ہو جائے کہ کون کس کو اجرت دے گا، تو اس معاملے میں شریعت نے کوئی واضح حکم بیان نہیں کیا۔ ایسی صورت میں یہ دیکھا جائے گا کہ اس علاقے میں اس صنعت

سے متعلق کیا رواج پایا جاتا ہے۔ اگر عام طور پر شاگرد استاد کو کچھ معاوضہ دیتے ہیں یا استاد شاگرد کو کام سکھانے کی اجرت دیتے ہیں، تو اسی عرف کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

- **قاضی کا ذاتی علم :** حنفی اور شافعی مسلک کے ابتدائی اصول کے مطابق قاضی اپنے ذاتی علم کی بنیاد پر بھی فیصلہ کر سکتا تھا، سوائے حدود اور قصاص کے معاملات میں۔ لیکن بعد کے فقہاء نے اس رائے سے اختلاف کیا، خاص طور پر تہمت کے خطرے کے پیش نظر۔ موجودہ دور میں، جہاں عدالتی نظام میں بدعنوانی اور اثر ورسوخ کے امکانات موجود ہیں، قاضی کے محض ذاتی علم پر فیصلہ کرنے کی اجازت دینا مزید سنگین مسائل کا باعث بن سکتا ہے۔ اس لیے عرف عام میں اب یہ توقع کی جاتی ہے کہ فیصلے ٹھوس شواہد اور قانونی ضوابط کی بنیاد پر ہوں گے، نہ کہ قاضی کے ذاتی علم پر۔ اگرچہ قاضی کا علم اپنی جگہ اہم ہے، لیکن فیصلے کے لیے اسے بطور بنیاد بنانے کا عرف اب محدود ہو گیا ہے۔
- **تعزیرات میں تقنین کی ضرورت :** تعزیرات ان سزاؤں کو کہتے ہیں جو شرعی طور پر متعین نہیں ہیں، بلکہ قاضی حالات و جرم کی نوعیت کے مطابق طے کرتا ہے۔ ماضی میں قاضی اپنے علم اور صوابدید پر ان سزاؤں کا تعین کر سکتا تھا۔ لیکن موجودہ دور میں، انصاف کے تقاضوں اور ممکنہ زیادتیوں سے بچنے کے لیے یہ عرف عام بن گیا ہے کہ تعزیرات کا تعین بھی واضح قانونی حدود اور رہنما اصولوں کے تحت ہونا چاہیے۔

عرف کی تبدیلی سے احکام میں تبدیلی کی مختلف جہتیں

عرف کی وجہ سے احکامات میں تبدیلی کے متعلق استقراء کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تین بڑی جہات ہیں۔

1. عرف کی تبدیلی سے احکام میں تبدیلی کی ایک صورت یہ ہوتی ہے جہاں شریعت نے اس ضمن میں عرف کو شروع سے بنیادی بنایا ہوتا ہے اور اس کے تناظر میں حکم کا نفاذ عمل میں آتا ہے۔ یعنی حکم شرعی کا تعین خود عرف ہی کرتا ہے۔

اس کی مثال عقدِ نکاح میں مہر کی عدم تعین کے وقت، مہر مثل کا واجب ہونا ہے۔ مہر مثل سے مراد وہ مہر ہے جو شوہر پر مہر مقرر نہ کرنے کی صورت میں، واجب الاداء ہوتا ہے۔ اور اس خاتون کے ہم پلہ ان خواتین کا مہر ہوتا ہے جو قریب کے عرصہ میں عقد زواج سے منسلک ہوئی ہوتی ہیں۔ جیسے اس کی بڑی بہن، اس کی خالہ زاد، چچازاد بہن وغیرہ۔[8]

اسی طرح عورت کے نان نفقہ کے حوالہ سے بھی شریعت میں عرف کا ہی اعتبار کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔[9]

2. عرف کے تحت احکام کی تبدیلی کی ایک جہت یہ ہے کہ اگرچہ شریعت کا اصل تو تبدیل نہیں ہوتا مگر عرف کی تبدیلی کی وجہ سے صرف حکم میں ہی تبدیلی آتی ہے۔

موجودہ دور میں اس کی مثال آن لائن نکاح کی ہو سکتی ہے۔ نکاح میں اتحاد مجلس ضروری ہے یعنی یہ ضروری ہے کہ طرفین کی طرف سے ایجاب و قبول کے لیے ایک ہی مجلس ہو۔ اور آن لائن میں عرف کے اعتبار سے جتنی بھی میٹنگز کی جاتی ہیں اور اس کے بعد ان کے منٹس وغیرہ تیار کر کے جو دستخط لیے جاتے ہیں تو وہ خواہ دنیا کے کسی کونہ میں کیوں نہ ہوں ان کی ایک ہی مجلس میں شریک شمار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح بڑی سے بڑی جاب کے لیے بھی آن لائن انٹرویوز ہوتے ہیں اور آئن لائن امتحانات بھی ہوتے ہیں اس لیے ان تمام اعراف کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ آن لائن میں عرف کے اعتبار سے اتحاد مجلس ثابت ہو گیا جس کی وجہ سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں رہے گی۔

اس کی ایک مثال کسی صنعت میں کام کرنے والے شاگرد اور استاد کے درمیان اختلاف ہو جائے کہ ان میں سے کون دوسرے پر اجرت کا حقدار ہے، تو اس معاملے میں علاقے کے رواج کی طرف رجوع کیا جائے گا۔[10]

اسی طرح مذہب حنفی اور شافعی میں اصولی موقف یہ ہے کہ قاضی واقعات میں اپنے ذاتی علم کی بنیاد پر فیصلہ کر سکتا ہے، شافعیہ کے نزدیک یہ زیادہ ظاہر قول ہے، سوائے حدود اور قصاص کے معاملات میں۔ پھر متاخرین نے فتویٰ دیا کہ قاضی تہمت کے سبب مطلقاً اپنے ذاتی علم کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کرے گا۔[11] چنانچہ موجودہ دور میں اب صرف تہمت کے خطرہ کے طور پر نہیں بلکہ قضاء میں غیر معمولی مداخلت اور قضاۃ کے اندر پائے جانے والے فساد کی وجہ سے محض اس کے علم پر فیصلہ کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ تعریزات میں تقیین کی ضرورت بھی اسی وجہ سے پیش آتی ہے۔

مذکورہ بالا تمام صورتوں میں اگرچہ بنیادی اصول تبدیل نہیں ہوئے مگر عرف کی تبدیلی کی وجہ حکم میں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔

جب کسی شخص کو کوئی کام کرنے کے لیے اجرت پر رکھا جاتا ہے، تو اس کام کے دوران پیش آنے والے وہ تمام چھوٹے موٹے اخراجات یا ضروری چیزیں جن کے بارے میں کام پر رکھنے والے (مستاجر) اور کام کرنے والے (اجیر) کے درمیان کوئی خاص شرط طے نہیں ہوئی، تو ان کے تعین میں اس علاقے یا معاشرے کے عام رواج اور معمول کو دیکھا جائے گا۔ جیسے **معمار اور اینٹیں** :فرض کریں کہ آپ نے ایک معمار کو دیوار بنانے کے لیے اجرت پر رکھا۔ اب اگر یہ طے نہیں ہوا کہ دیوار بنانے کے لیے جو معمولی اوزار (جیسے کرنی، مستری کا رندہ وغیرہ) استعمال ہوں گے وہ کون فراہم کرے گا، تو اس صورت میں دیکھا جائے گا کہ اس علاقے میں عام طور پر یہ رواج کس کا ہے - کیا معمار اپنے اوزار خود لاتا ہے یا مالک مکان فراہم کرتا ہے۔ اسی رواج کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔[12]

3. اس کے علاوہ اس تبدیلی کی ایک حقیقت یہ بھی ہوتی ہے کہ یہ بھی عین ممکن ہے کہ شریعت کے کسی خاص مسئلہ میں دو مختلف اصول کار فرما ہوں اور ایک اصل کی بنیاد پر عمل مصلحت کے عین مطابق اور دوسرا پر عمل اس وقت و مکلف کے حالات کے مطابق مصلحت کے موافق نہیں ہو تا اس لیے پہلے والے کو ترجیح دیتے ہوئے اس کو اپنایا جاتا ہے اور دوسرا سے خاص اس تناظر میں صرف نظر کر دیا جاتا ہے، کیونکہ شریعت کا اصل مقصد مکلف کے لیے دو میں سے آسان ترین پر عمل کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ:

(ما خُيِّرَ رَسولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ بيْنَ أمْرَيْنِ قَطُّ إلَّا أخَذَ أيْسَرَهُمَا، ما لَمْ يَكُنْ إثْمًا)[13]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو چیزوں میں اختیار دیا گیا، تو آپ نے ہمیشہ ان میں سے آسان کو اختیار فرمایا، جب تک کہ وہ گناہ نہ ہو۔)

فقہ میں فقہائے احناف کے ہاں زکاۃ کے وجوب کے حوالہ سے سونا چاندی کو معیار بنایا گیا ہے اور اس میں خاص کر کے جب سونا اور چاندی میں سے ایک کو منتخب کرنا اور اسے معیار قرار دینا ہو تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ ما انفع للفقراء کیا ہے۔ اس کا اعتبار کرتے ہوئے چاندی کو معیار بنا دیا جاتا ہے۔[14]

یعنی اگر ایک انسان کے پاس ساڑھے باون چاندی کے بقدر رقم ہے تو اس پر زکاۃ واجب ہو گی نہ کہ اس کے پاس ساڑھے سات تولہ کے برابر رقم نہ بھی ہو، کیونکہ میں اس میں مصارف زکاۃ کے حوالہ سے فائدہ زیادہ ہے، کیونکہ زیادہ لوگ صاحب زکاۃ بنیں گے۔

مگر اس کے مقابلہ میں موجودہ دور میں سونا چاندی کی قیمتوں میں بڑا واضح فرق پایا جاتا ہے جس میں ساڑھے سات تولہ سونا قیمت کے اعتبار سے ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت سے کہیں گنا زیادہ ویلیو رکھتا ہے۔ اور جو اگر کسی انسان کو چاندی کا اعتبار کرتے ہوئے صاحب زکاۃ گردانا جائے تو پھر یہ لازم آتا ہے کہ مستحق زکاۃ حق صاحب زکاۃ بن گیا، کیونکہ سال میں قریبا ایک لاکھ کے قریب بچت والا انسان کبھی بھی عرف میں مالدار نہیں کہا جا سکتا۔ اس لیے شریعت کے اصول ما انفع للفقراء کے مقابلہ میں دوسرے اصول ماھو صاحب الزکاۃ عرفا کا اعتبار کیا جائے گا۔

یہ بات بھی گہری غور و فکر کی متقاضی ہے کہ وہ احکام جو بدلنے یا ارتقاء کرنے کے قابل ہیں، ان میں اکثر کا تعلق قیاس یا مصلحت مرسلہ (وہ مصلحت جس کے بارے میں نہ کوئی واضح حکم موجود ہو اور نہ ہی اسے رد کیا گیا ہو) کے ذریعے اخذ کیے گئے اجتہادی مسائل سے ہوتا ہے۔ یہ معاملات عام طور پر آئینی اور انتظامی احکام، اور تعزیری سزاؤں کے دائرے میں آتے ہیں، جن کا بنیادی محور حق کو قائم کرنا، معاشرے کے لیے فوائد حاصل کرنا اور نقصانات کو دور کرنا ہوتا ہے۔

عرف کی تبدیلی سے احکام شریعہ میں تبدیلی کی حدود اور شرائط

عرف کی تبدیلی سے احکام شریعہ میں تبدیلی کی حدود و شرائط کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

- **حکم کا عرف سے منسلک ہونا:** شرعی حکم عرف اور عادت پر مبنی ہونا چاہیے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ)[15]

(اور طلاق دی ہوئی عورتوں کے لیے عرف کے مطابق خرچہ دینا پرہیزگاروں پر لازم ہے۔)

اس کا مطلب ہے کہ طلاق دی ہوئی عورتوں کو مناسب خرچہ (متاع) دینا چاہیے۔ یہ خرچہ ان کی فوری ضروریات کو پورا کرنے اور انہیں کچھ سہارا دینے کے لیے ہوتا ہے۔ اس کی نوعیت اور مقدار حالات اور عرف عام کے مطابق طے کی جاتی ہے۔ اگر حکم کسی قطعی شرعی دلیل پر مبنی ہو جو عرف پر انحصار نہیں کرتا، تو وہ نہیں بدلے گا۔

- **عرف کی واقعی تبدیلی :** عرف کا محض نظریاتی طور پر بدلنا کافی نہیں ہے، بلکہ تبدیلی واقعی اور محسوس ہونی چاہیے جو شرعی حکم کی تبدیلی کا تقاضا کرے۔

متقدمین فقہاء کے نزدیک یہ تھا کہ جب کوئی شخص کوئی گھر خریدے تو اس کے بعض کمروں کو دیکھ لینا کافی ہے، جبکہ متاخرین کے نزدیک ضروری ہے کہ اس کے ہر کمرے کو الگ الگ دیکھا جائے۔ اور یہ اختلاف کسی دلیل پر مبنی نہیں ہے، بلکہ یہ تعمیر اور بناوٹ کے معاملے میں عرف اور عادت کے اختلاف سے پیدا ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قدیم زمانے میں گھروں کی تعمیر اور بناوٹ کا یہ رواج تھا کہ ان کے تمام کمرے برابر اور ایک ہی طرز کے ہوتے تھے، تو اس بنا پر بعض کمروں کا دیکھ لینا باقی تمام کو دیکھنے سے کفایت کر جاتا تھا۔ لیکن اس زمانے میں جب یہ رواج ہو گیا ہے کہ ایک ہی گھر کے کمرے شکل اور حجم میں مختلف ہوتے ہیں تو بیچنے کے وقت ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ دیکھنا لازم ہے۔[16]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کسی بھی ایسے مسئلہ میں میں جہاں شرعی حکم کی تبدیلی کا امکان موجود ہو، چند امور کو ملحوظِ خاطر رکھنا لازم ہے۔

1. سب سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ مجوزہ تبدیلی شریعت کے اس مخصوص موضوع اور اس کے عمومی مقاصد، نیز مقرر کردہ اصول وضوابط کے منافی نہ ہو۔
2. اس معاملے میں کوئی واضح اور صریح نص موجود نہ ہو جس کی یہ تبدیلی خلاف ورزی کر رہی ہو۔
3. یہ تبدیلی وسیع تر عوامی مفاد اور اس کے مسلمہ قواعد کے برعکس نہ ہو۔

بصورتِ دیگر، ایسی کوئی بھی تبدیلی محض رخصتوں کی تلاش اور خواہشات کی پیروی کے مترادف ہو گی، جو شرعاً درست نہیں ہے۔

نتائج بحث:

بحث کے اہم ترین نتائج حسبِ ذیل ہیں:

1. عرف ایک ثانوی مصدر شرعی ہے۔
2. زمانے اور حالات کی تبدیلی کے ساتھ عرف میں تبدیلی آتی ہے جس کے نتیجے میں بعض اجتہادی احکام میں بھی تبدیلی کی ضرورت پیش آسکتی ہے تاکہ لوگوں کے لیے آسانی پیدا کی جاسکے اور شریعت کے بنیادی مقاصد کو حاصل کیا جاسکے۔ تاہم، اس تبدیلی کے لیے شریعت کی مقرر کردہ حدود و شرائط کا لحاظ رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

3. عرف کی تبدیلی سے احکام میں تبدیلی کی ایک جہت یہ ہوتی ہے جہاں شریعت نے اس ضمن میں عرف کو شروع سے بنیادی بنایا ہوتا ہے اور اس کے تناظر میں حکم کا نفاذ عمل میں آتا ہے۔یعنی حکم شرعی کا تعین خود عرف ہی کرتا ہے۔
4. عرف کے تحت احکام کی تبدیلی کی ایک جہت یہ ہے کہ اگرچہ شریعت کا اصل تو تبدیل نہیں ہوتا مگر عرف کی تبدیلی کی وجہ سے صرف حکم میں ہی تبدیلی آتی ہے۔
5. اس کے علاوہ اس تبدیلي کي ایک حقیقت یہ بھی ہوتی ہے کہ یہ بھی عین ممکن ہے کہ شریعت کے کسی خاص مسئلہ میں دو مختلف اصول کارفرما ہوں اور ایک اصل کی بنیاد پر عمل مصلحہ کے عین مطابق اور دوسرا پر عمل اس وقت ومکلف کے حالات کے مطابق مصلحہ کے موافق نہیں ہوتا اس لیے پہلے والے کو ترجیح دیتے ہوئے اس کو اپنایا جاتا ہے اور دوسرا سے خاص اس تناظر میں صرف نظر کر دیا جاتا ہے، کیونکہ شریعت کا اصل مقصد مکلف کے لیے دو میں سے آسان ترین پر عمل کرنا ہوتا ہے۔

مصادر ومراجع:

1. القرآن الحکیم
2. صحيح البخاري، أبو عبد الله، محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة ابن بردزبه البخاري الجعفي، الطبعة: السلطانية، بالمطبعة الكبرى الأميرية، ، ١٣١١ هـ
3. صحيح مسلم،بو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري (٢٠٦ - ٢٦١ هـ) مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه، القاهرة)وصورته دار إحياء التراث العربي ببيروت، عام النشر: ١٣٧٤ هـ - ١٩٥٥ م
4. شرح مجلة الأحكام العدلية، علي حيدر خواجه أمين أفندي ، دار الجيل الطبعة: الأولى، 1411هـ - 1991م
5. Islamic Jurisprudence, Imran Ihsan Khan Nyazee, Islamic Research Institute, International Islamic University, Islamabad, 4th reprint 2009

---

1 مصادر فقہ اسلامی کے مصادر کے طور پر بے شمار قدیم وجدید کتب مرتب کی گئی ہیں۔موجودہ دور میں مصادر قانون کو سامنے رکھتے ہوئے اس پر سیر حاصل بحث اور سمجھ کے لیے دیکھیے :

Islamic Jurisprudence, Imran Ihsan Khan Nyazee, Islamic Research Institute, International Islamic University, Islamabad, 4th reprint 2009, p: 143-259

2 البقرة2: 185

3 إعلام الموقعين عن رب العالمين، أبو عبد الله محمد بن أبي بكر بن أيوب المعروف بابن قيم الجوزية، دار ابن الجوزي للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية، ج1، ص72

4 مغني المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج، شمس الدين، محمد بن محمد، الخطيب الشربيني، دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى، 1415 هـ - 1994 م، ج1 ص546

5 شرح مجلة الأحكام العدلية، علي حيدر خواجه أمين أفندي، الطبعة: الأولى، 1411هـ - 1991م، ج1ص48

6 حواله سابقه

7

8 مجلة مجمع الفقه الإسلامي التابع لمنظمة المؤتمر الإسلامي بجدة

المؤلف: تصدر عن منظمة المؤتمر الاسلامي بجدة، تاريخ النشر بالشاملة: 8 ذو الحجة 1431،ج5 ص 3405

9 البقرة2: 233

10 مجلة مجمع الفقه الإسلامي التابع لمنظمة المؤتمر الإسلامي بجدة، تصدر عن منظمة المؤتمر الاسلامي بجدة، تاريخ النشر بالشاملة: 8 ذو الحجة 1431،ج5 ص 3405

11 الدر المختار ورد المحتار: 4 / 369؛ مغني المحتاج: 4 / 398.

12 نفس المرجع

13 صحيح البخاري، حديث نمبر:6126

14 *مزید مطالعہ کے لیے ملاحظہ ہو کتب فقہ حنفی، کتاب الزکاۃ۔۔۔*

15 البقرة2: 241

16 مزيد مطالعه كـے لىـے ديكھىـے: درر الحكام في شرح مجلة الأحكام، علي حيدر خواجه أمين أفندي (ت 1353هـ)، دار الجيل، الطبعة: الأولى، 1411هـ - 1991م ج1، ص48۔